تحریر۔ قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری۔ ماموں کانجن

جمہوریت اور علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید۔

عصر حاضر میں متعدد نظام چل رہے ہیں مختلف مما لک میں مختلف نظامہائے زندگی رواں دواں ہیں۔ کہیں سوشلزم ہے کہیں فاشسٹ ازم، کہیں کیپٹل ازم کی حکمرانی ہے ۔ کہیں ملوکیت کی زلف گرہ گیر کا عمل دخل ہے ۔ کہیں پارلیمانی جموریت کی کار فرمائی ہے ۔ اور کہیں صدارتی جمہوری نظام محو اقتدار مقتدر ہے ۔سوشلزم، فاشسٹ ازم، کیپٹل ازم اپنی واقفیت کھو بیٹھے اور عملاً توڑ چکے ہیں۔ ملوکیت بھی عملی طور پر ناکام و نا مراد ہو چکی ہے ۔ پارلیمانی جمہوری نظام اور صدارتی جمہوری نظام بعض یورپی اور امریکی ممالک میں پوری کامیابی سے سایہ فگن ہیں ۔ ایشیا میں جمہوری نظام بعض ممالک میں اچھے برگ و بار لا رہا ہے ۔ لیکن ایشیا کے عمومی ممالک کو جمہوریت کی آب و ہوا راس نہیں آئی ۔ ھماری بد نصیبی یہ ہے کہ عالم اسلام میں عمومی طور پر آمریت ۔ ڈکٹیٹر شپ اور فاشسٹ ازم کا اعجاز مسلط ھے کیونکہ مسلمان حکمران

نازک مزاج شاھاں تاب سخن ندارد۔

کے حامل اور عامل ہیں ۔ جس کا نتیجہ یہ کہ عملاً کسی مسلمان ملک میں نہ جمہوریت ھے نہ ملوکیت ہے نہ ہی اسلام ۔ ترکی، مصر، ایران، پاکستان، انڈونیشیا، الجزائر، مراکش اور سوڈان بڑے مسلمان ملک ہیں ۔ لیکن کسی کا بھی نظام نہ اسلام کا آئینہ دار ہے اور نہ جمہوریت کا ۔ کہیں اجتماعی آمریت ہے اور کہیں ڈکٹیٹر شپ ہے ۔ اور کہیں جمہوریت کے نام پر فسطائیت کی لہریں رواں دواں ہیں ۔ سعودی عرب میں اسلامی تعزیرات کامل طور پر نافذ ہیں ۔ اس کی وجہ سے سعودی عرب امن و سلامتی اور خیر و برکت کا گہوارہ بنا ہوا ہے ۔ اسلام کے نظام خلافت کے اعتبار سے نسلی ملوکیت کی قطعاً گنجائش نہیں ۔ چنانچہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم چار مختلف خاندانوں سے متعلق تھے ۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا خلیفہ اپنے خاندان سے باہر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نامزد کیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان

سے ہرگز متعلق نہ تھے ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عثمان سے کوئی حسی و نسبی اور خاندانی تعلق نہ تھا ۔ گویا اسلام کے عہد خیر القرون میں اہلیت اور اسلامیت کی بناء پر خلفاء منتخب ہوئے ۔ حسب ونسب ذات و برادری اور خاندانی تعلق کو اس میں کوئی دخل نہ تھا اموی ' عباسی ' فاطمی ' عثمانی نام کی خلافتیں صدھا سال جاری رہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ خاندانی ملوکیت کی آئینہ دار تھیں اور اسلامی خلافت کی ترجمان ہرگز نہ تھیں ۔ اسی طرح برصغیر میں غزنویوں ' غوریوں ' لودھیوں ' تغلقوں ' سیدوں ' مغلوں ' ایرانیوں ' درانیوں اور غلاموں کا اقتدار صدھا سال جاری رہا ' ذاتی طور پر ان میں متعدد سلاطین شریف النفس ' نیک طبع ' سچے مسلمان اور پکے مسلمان تھے ۔ لیکن کسی کی بادشاہت کو اسلام کی آئینہ دار نہیں کہا جا سکتا ۔ عصر حاضر میں تمام نظاموں میں اسلام کا مقابلہ اور اسلام کی واقعیت کو چیلنج کرنے کی ہرگز استطاعت نہیں ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ صحیح اسلامی نظام عملاً کہیں نافذ نہیں ۔ حالانکہ دنیا میں اسلام وہ پہلا نظام ہے جس نے غلامی کی زنجیروں کو توڑا خواتین کے حقوق کا تحفظ کیا ۔ بہنوں کو ماں باپ کی میراث میں شریک کیا آقاو مولا کی دوئی ختم کی ۔ انسانی قدروں کو سربلند کیا ۔ کائنات ازلی میں رہنے والے انسانوں کے حقوق کو پامالی سے بچایا ۔ اسود و احمر اور عرب و عجم کے امتیاز کو ہمیشہ کے لیے مٹا ڈالا اور انسانوں کو اس قدر شہری حقوق اور اظہار رائے کی آزادی دی کہ ایک عام آدمی بر سر مجلس علی رؤوس اور الاشہاد خلیفہ وقت کے کردار و عمل کو نقد و نظر کی سان پر چڑھا سکتا تھا ۔ اور کہہ سکتا تھا کہ ہم سب کو ایک ایک چادر ملی ہے آپ کو بھی ہماری طرح ایک چادر ملی ہے لیکن آپکا قمیض دو چادروں سے بنا ہے کیوں ؟ او خلیفہ وقت کسی بنگال ریگولیشن کی سیفٹی ایکٹ کسی 16 ایم پی او (16 M P O) ہنگامی حالات کا سہارا لینے کی بجائے اپنی صفائی پیش کرنے میں ہی عافیت سمجھتا تھا ۔ ایک عورت برسرعام کہہ سکتی تھی کہ عمر تیرا مسئلہ قرآن نے یوں بیان کیا رسول اللہ نے یوں فرمایا ہم ان کے ہوتے ہوئے آپ کے خیال کو کیسے مان سکتے ہیں ؟ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے سفر سے واپسی کے

موقعہ پر ایک بڑھیا سے اپنے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ عمر کیسا خلیفہ ہے۔ اس نے کہا کہ وہ بہت برا ہے۔ پوچھا کیوں ؟ تو بڑھیا کہتی ہے کہ وہ جب سے خلیفہ بنا ہے اس نے میرا حال ہی دریافت نہیں کیا۔ تو جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ یہاں سے بہت دور مدینہ منورہ میں رہتا ہے بڑھیا جواب دیتی ہے۔ جب وہ میرا حال دریافت نہیں کر سکتا تو کس حکیم نے اسے خلیفہ بننے کے لئے کہا ہے۔ اب بتایا جائے دنیا کے کسی نظام میں اظہار کی اتنی آزادی ہے ؟

قرآن پاک نے وامرھم شوریٰ بینھم (سورۃ شوریٰ) کہہ کر اسلام کے شورائی نظام کو دو ضد کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے احکام نازل فرمائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کم و کاست اس طرح صحابہ کے سامنے بیان فرمائے اور ان پر عمل کروایا کیونکہ خدائی احکام میں تبدیلی کا کسی کو اختیار نہیں۔ لیکن جہاں خدا تعالیٰ کا براہ راست حکم نہیں تھا۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا اور بسا اوقات صحابہ کے مشورہ پر ہی عمل کیا۔ جیسا کہ غزوۂ بدر کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی جنگ کے لئے ایک جگہ قیام فرمایا۔ تو بعض صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اللہ پاک نے یہاں ہمیں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے ؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ جنگ کے لئے اس جگہ کی بجائے فلاں جگہ قیام کریں تو وہاں پر جنگی نقطہ نظر سے قیام کرنا زیادہ مفید اور مناسب ہو گا۔ غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا کہ جنگ شہر میں رہ کر لڑی جائے یا شہر سے باہر نکل کر لڑی جائے تو نوجوان صحابہ نے کہا کہ ہم کھلے میدان میں کفار سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتے ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان صحابہ کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے احد کے میدان میں جنگ لڑنے کو ترجیح دی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلح ہو کر تشریف لے آئے۔ نوجوانوں کو احساس ہوا کہ ہمیں اپنی رائے منوانے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال کو ہی عملی جامہ

پہنانا چاہئے تھا ۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ جہاں فرمائیں ہم جنگ لڑیں گے ۔ آپ نے فرمایا جب نبی مسلح ہو جاتا ہے تو وہ جنگ کا فیصلہ ہوئے بغیر ہتھیار نہیں اتارتا اور ہم احد کے دامن میں ہی جنگ لڑیں گے ۔ رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ناراض ہوگیا اور تین سو ساتھیوں کو واپس لے آیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی اور ان کے تین صد ساتھیوں کی واپسی کے نقصان کو تو برداشت کر لیا لیکن اسلام کی شورائی اور جمہوری قدروں کو پامال نہیں ہونے دیا ۔ الغرض دنیا کے کسی خطہ میں اگر خالص اسلام نافذ ہو جائے تو ہزاروں جمہوریتیں اس کی خاک پا پر قربان کی جا سکتی ہے لیکن

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا ۔

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا میں جتنے نظامہائے کاذبہ اور ازمہائے باطلہ نافذ ہیں ان کے مقابلہ میں جمہوریت اقرب الی الصواب ہے مختصر یہ کہ جمہوریت میں جتنی خوبیاں ہیں وہ اسلام کی ہیں اور جتنی قباحتیں ہیں وہ سب یورپ کی پیدا کردہ ہیں ۔ ہمیں کوشش کر کے موجودہ جمہوریت کو حلقہ بگوش اسلام بنا لینا چاہئے اور اس کی کمزوریوں اور قباحتوں کو اسلام کے شورائی اور جمہوری نظام میں تبدیل کر دینا چاہئے ۔

اس وقت پاکستان میں سیاسی ۔ مذہبی اور ادبی تنظیمیں حشرات الارض کی طرح پھیلی ہوئی ہیں ' لیکن جمعیت اہلحدیث پاکستان کا دستور جس جمہوریت اور شورائیت کا علمبردار ہے کسی پارٹی کے دستور میں شورائیت اور جمہوریت کو یہ مقام حاصل نہیں ۔ اپریل سنہ 1955 مسلم لیگ ہال منٹگمری بازار فیصل آباد میں مجلس شوریٰ کے اجلاس میں مولانا سید داؤد غزنوی نے دستور کا یہ مسودہ پیش کر کے پاس کروایا تھا ۔ اور مولانا غزنوی مرحوم نے دلائل سے یہ واضح کیا تھا کہ سیدنا فاروق اعظم کے دور حکومت میں مجلس عامہ اور مجلس خاصہ دو مجالس قائم تھیں ۔ جن سے وہ نظام مملکت ' سیاست مدن تعزیرات کے نفاذ اور فتوحات کے سلسلہ میں مشورے لیا کرتے تھے ۔ یعنی انہوں نے دو

ایوان بنا رکھے تھے جمہوریتوں میں ایوان بالا اور ایوان زیریں کا استنباط اسی اثر فاروقی سے کیا جاتا ہے۔

پاکستان اسلام کے نفاذ کے لئے جمہوریت کے ذریعے عمل میں آیا ' یعنی پاکستان ووٹ سے بنا ہے۔ نوٹ ' سوٹ اور روٹ سے نہیں بنا اس کے استحکام ' بقا اور تحفظ کا راز صحیح اسلامی جمہوری اور شورائی نظام میں مضمر ہے۔ سنہ 1970 کے انتخابات میں ہم نے جمہوریت کے تقدس کو پامال کر دیا۔ اور جمہوریت کے نتائج کو تسلیم نہ کیا۔ اس کے نتیجہ میں 16 دسمبر کو ہمارا مشرقی بازو ہم سے جبراً کاٹ لیا گیا اب بھی پاکستان کے استحکام بقا اور تحفظ کا راز خالص اسلام کے جمہوری اور شورائی نظام سے وابستہ ہے۔ ہمارے حکمران شریعت بل کو شریعت کی روح نکال کر پاس کرنا چاہتے ہیں جو یقیناً اصحاب اقتدار کا عملی نفاق ہو گا اور عملی نفاق زیادہ دیر خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکتا۔ جدید مسائل اور عصری تقاضوں کی رو سے جمہوری نظام انسانی فطرت کے قریب ہے اور اگر ہم یورپ کے جمہوری نظام کو اسلامی کے شورائی نظام میں بدل سکیں تو یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔ رشوت ستانی ' خویش پروری ' اقربا نوازی ' فرقہ واریت ' ذات پات کی عصبیت ' لسانی ' علاقائی تعصب تنگ ظرفی اور انسانیت کی توہین کی اسلام کے جمہوری اور شورائی نظام میں ہرگز گنجائش نہیں۔ ہمارا وطن عزیز مسائل اور مصائب میں گھرا ہوا ہے اس کا ایک ہی علاج ہے کہ ہم صحیح اسلامی شورائی اور جمہوری نظام کو نافذ کر سکیں دھوکہ ' فریب ' فراڈ ' قتل و غارت ' لوٹ کھسوٹ ' رہزنی ' شراب نوشی ' فحاشی عریانی کی جن راہوں پر ہم بھاگ دوڑ رہے ہیں اس کا اسلام کے جمہوری اور شورائی نظام سے کیا تعلق ؟

ہماری جماعت میں بھی پون صدی سے شرعی اور غیر شرعی دستور کے نام پر اختلاف چلا آ رہا ہے حالانکہ جمعیت اہلحدیث کے دستور نے اس اختلاف کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ اسلام میں امیر کا تقدس اور احترام تو ضرور ہے مگر آمریت کی کوئی گنجائش نہیں۔ جن لوگوں نے کبھی جماعتی نظام کو عملاً اختیار نہیں کرنا ہوتا وہ شرعی

دستور کی زیادہ رٹ لگاتے ہیں لیکن آج تک کوئی مائی کا لال شرعی دستور کا کوئی خاکہ پیش نہ کر سکا وہ صرف الفاظ کی بازی گری سے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں ۔

حالانکہ بدیہی سی بات ہے کہ اگر جمعیت اہلحدیث کا یہ دستور اور نظام غیر شرعی ہے تو ان کا فرض اولین ہے کہ وہ اس کے مقابل شرعی دستور پیش کریں یہ ٹھیک ہے کہ متحدہ جمعیت اہلحدیث کا موجودہ عبوری دور نہ شرعی ہے ۔ نہ جمہوری ہے بلکہ نظریہ ضرورت کے مطابق ایک مجبوری ہے ۔ کچھ نوجوان اس کے مقابل شرعی نظام اور دستور کے دعویدار ہیں اگر وہ یہ مسئلہ حل کر دیں اور کوئی عملی خاکہ جماعت کے سامنے پیش کر دیں تو یقیناً ان کی یہ کوشش ایک عظیم کارنامہ متصور ہو گی ۔

شہید اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر عصری تقاضوں اور جدید مسائل سے نہ بے خبر تھے نہ بے تعلق تھے نہ بیزار بلکہ وہ دل و جان سے اسلام کے جمہوری اور شورائی نظام کے علمبردار تھے ۔ جمعیت اہلحدیث پاکستان کے موجودہ دستور کو دل و جان سے چاہتے تھے اس پر عمل پیرا تھے اور اس جمہوریت کے وہ داعی تھے ان کا نقطہ نظر تھا کہ اھون البلیتین کو اختیار کیا جائے کیونکہ جمہوریت میں بہت حد تک اسلام کی اقدار حیات آگئی ہیں چنانچہ ایک مرتبہ شوری کے اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا کہ میں جمہوریت کا علمبردار ہوں جمہوریت چاہتا ہوں اور جمہوری انسان ہوں جمہور کو ساتھ لے کر چلنا چاہتا ہوں ۔

واقعتہ بھی ان کا زیادہ تعلق ان لوگوں سے تھا جو اس ملک میں صاف ستھری اور خالص جمہوریت کا نفاذ چاہتے ہیں مثلاً نوابزادہ نصر اللہ خان ' خان عبدالولی خان ' داعی جمہوریت آغا شورش کاشمیری مرحوم ' مجسمہ جمہوریت میاں محمود علی قصوری مرحوم وہ تو سوشلسٹوں کے نظام سے بیزار تھے ' مسلم لیگ کی نام نہاد جمہوریت سے کوسوں دور تھے وہ جماعت اسلامی کی فسطائیت کو بھی نہیں مانتے تھے وہ جمعیت علماء پاکستان اور جمعیت علماء اسلام کی مذہبی ڈکٹیٹر شپ کے بھی قائل نہ تھے اور جمعیت اہلحدیث کی شوری کے حقوق کی پامالی کو بھی ہرگز پسند نہیں کرتے تھے انہوں نے اپنی مختصر جماعتی زندگی میں

مجلس شوری کے حقوق بحال کئے جماعت کے جمہور کو ان کے جمہوری حقوق واپس لوٹائے اور تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد شوری کے اجلاس بلا کر ان سے تنظیمی اور سیاسی رہنمائی حاصل کی عاملہ کے اجلاسوں میں مختلف مسائل پر کھل کر بحث کرنے کے بعد ان کو عملی جامہ پہنایا ۔ چنانچہ آپ جمعیت اہلحدیث پاکستان کی کاروائی کے رجسٹروں سے ہمارے اس موقف کی تائید و توثیق حاصل کر سکتے ہیں کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر نے شوری کے اجلاسوں میں بحث و مذاکرہ اور اختلافات رائے کی نئی روایات قائم کیں وہ اپنے پر تنقید بھی سنتے تھے اختلاف کو بھی برداشت کرتے تھے اور اپنی رائے کے خلاف ہاؤس کے فیصلوں کی پابندی کرتے تھے ۔

چنانچہ ہمارے یہاں یہ روایت قائم ہے کہ جمعیت اہلحدیث کے مرکزی قائدین کے انتخاب سے قبل مجلس عاملہ میں منتخب ہونے والے قائدین کا ایک خاکہ پیش کیا جاتا ہے عاملہ اس پر کھل کر بحث کرتی ہے اور جس کے خاکے پر وہ متفق ہو جاتی ہے اسے شوری کے اجلاس میں توثیق کے لئے پیش کیا جاتا ہے ۔ عاملہ شوری کے اجلاس میں اس خاکے کی تائید کی پابند ہوتی ہے شوری کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ اسے بعینہٖ قبول کرے یا اس میں ترمیم و تنسیخ کرے ۔

چنانچہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں شوری کا اجلاس تھا ایک دن قبل عاملہ کا اجلاس بلا لیا گیا اور اس میں منتخب ہونے والے عہدیداروں کا ایک خاکہ پاس کر لیا گیا لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ دوسرے روز عاملہ کے پاس شدہ عہدے داروں کا نام ہاؤس میں جب پیش کیا گیا تو علامہ مرحوم نے اس سے اختلاف کرنا شروع کر دیا چار ایسی شخصیتوں کا نام پیش کیا جن کو عاملہ نے پاس نہیں کیا تھا ۔ راقم نے علامہ کے اس طرز عمل پر شدید گرفت کی اور وہی نام پیش کئے جن کو عاملہ پاس کر چکی تھی ۔ یہ امر بھی ایک قدرتی حقیقت ہے کہ علامہ صاحب کا پیش کردہ کوئی عہدہ شوری کے ہاؤس کی اکثریت نے پاس نہیں کیا راقم نے جو نام پیش کئے ہاؤس نے کثرت سے ان کی توثیق و تائید کی ۔ علامہ صاحب جھنجلا کر اٹھے اور مجھے فرمانے لگے تم کیا کھا کر آئے ہو کیا پی

کر آئے ہو بڑی شد و مد سے میرا تعاقب کر رہے ہو۔ میں نے عرض کیا آپ سے اختلاف کرنے کی چائے پی کر آیا ہوں اور آپ سے اختلاف کرنے کا ناشتہ کھا کر آیا ہوں اور میں بتانا چاہتا ہوں کہ شوریٰ کے اجلاس میں علامہ احسان الٰہی ظہیر اور اسلم سیف کو یکساں حیثیت حاصل ہے اور واضح کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ آپ نے عاملہ کے فیصلے کی خلاف ورزی کی ہے اب آپ سے اختلاف کرنا میرا جمہوری حق ہے۔ شوریٰ کے ارکان جانتے ہیں کہ جنوری کا مہینہ تھا اور میں نے دیسی کھیس اوڑھا ہوا تھا اور جب میں علامہ صاحب کے خلاف اٹھتا تھا تو بعض یہ کہتے تھے کہ اب دیکھئے یہ بابا کیا کہتا ہے بلکہ بار بار کے اختلاف سے ہاؤس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ شاید یہ دو دھڑوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ انتخابات کے فوراً بعد میں نے کھڑے ہو کر واشگاف الفاظ میں کہا کہ علامہ صاحب سے عمر میں میں بڑا ہوں، علم قابلیت، شہرت اور دیگر اوصاف کی وجہ سے علامہ صاحب مجھ سے بہت آگے ہیں اور میرے قائد ہیں ہاؤس میں ان سے اختلاف میرا جمہوری حق ہے ہاؤس سے باہر میں علامہ صاحب کے بارے میں کوئی کھردرا اور ناملائم لفظ بھی برداشت نہیں کر سکوں گا۔

علامہ صاحب نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ ہم میں کوئی اختلاف نہیں ہم ایک دوسرے کا بہت احترام کرتے ہیں ہاؤس میں یہ رائے کا اختلاف ہمارا جمہوری حق ہے جسے ہم دونوں نے استعمال کیا ہے کوئی ساتھی اس سے منفی تاثر لینے کی کوشش نہ کرے۔

غالباً ستمبر یا اکتوبر 1985 کی بات ہے۔ جمعیت اہلحدیث کے دفتر شاہ جمال میں مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا۔ یزدانی مرحوم قاتلانہ حملے کے بعد پہلی دفعہ مجلس میں آئے تھے۔ جب شوریٰ کا تمام ایجنڈا ختم ہو گیا تو علامہ صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مجلس عاملہ کے اکیس ممبروں کی تعداد تھوڑی ہے اس میں ترمیم کر کے اس کی تعداد اکتیس کر دینا چاہیئے ہاؤس نے غالب اکثریت سے پاس کر لیا راقم نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ جو ترمیم پاس کی گئی ہے یہ ضابطے اور دستور کے خلاف ہے کیونکہ ہمارے دستور میں یہ بات واضح لکھی گئی ہے جب کسی دفعہ میں ترمیم و تنسیخ کی جائے تو شوریٰ کے

اجلاس سے دس پندرہ روز قبل ناظم اعلیٰ اور امیر کو بذریعہ رجسٹری نوٹس دیا جاتا ہے کہ دستور کی فلاں دفعہ میں یہ تبدیلی کی جائے شوریٰ کے اجلاس میں ترمیم کو قانونی حیثیت دینے کے لئے ایک دستوری سب کمیٹی بنائی جاتی ہے جو شوریٰ کے آئندہ کے اجلاس میں اپنی سفارشات پیش کرتی ہے اب یہ شوریٰ پر منحصر ہے کہ وہ اسے پاس کرے یا مسترد کرے۔

میں ناظم اعلیٰ اور حضرت الامیر سے دریافت کرتا ہوں کہ انہیں اس ترمیم کا نوٹس دیا گیا ہے دونوں نے فرمایا ہمیں کوئی نوٹس نہیں ملا چنانچہ علامہ صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا میں دستور اور ضابطے کا پابند ہوں لہٰذا اپنی ترمیم واپس لیتا ہوں۔

محمد خان جونیجو نے اپنی وزارت عظمیٰ کے زمانے میں جب ملک سے مارشل لاء کی نحوستوں کو یکسر ختم کر دیا تو سیاسی جماعتوں نے اپنے جلسہ ہائے عام شروع کر دیئے۔ ایم۔ آر۔ ڈی نے لاہور اور فیصل آباد میں دو زبردست جلسے کئے جن سے علامہ مرحوم صاحب نے بھی خطاب فرمایا ہمارے ملک کی ایک شتر مرغ قسم کی جماعت نے جو انجمن ستائش باہمی اور انجمن امداد باہمی کی حیثیت رکھتی ہے ہمارے عوام کو علامہ صاحب کے خلاف بھکانا شورع کیا علامہ صاحب نے بہادر، اولوالعزم اور جمہوریت کے علمبردار لیڈر کی طرح فروری 1986 میں لارنس روڈ مرکز میں شوریٰ کا اجلاس بلایا۔ ہمارے بعض رفقاء اور اکابر علامہ صاحب کے ایم۔ آر۔ ڈی کے جلسوں میں شرکت سے خاصے غضبناک تھے علامہ مرحوم نے شوریٰ میں سب کو کھل کر اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کا موقع دیا اور ان کے خیالات کو خندہ پیشانی سے سنا اور آخر میں جمہوریت کی بحالی، شورائیت کے تحفظ اور اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں ایک زور دار خطاب فرمایا اور علامہ صاحب نے دونوں نقطہ ہائے نظر کو سن کر فرمایا ایک سیاسی سب کمیٹی بنا دی جائے جو پورے غور و خوض اور شرح و بسط سے بحث کے بعد اپنا فیصلہ دے جماعت اور ہاؤس اس کا پابند ہو گا چنانچہ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ، مولانا محمد اسحٰق چیمہ، مولانا حبیب الرحمن یزدانی، علامہ احسان الٰہی ظہیر قاضی مقبول احمد، مولانا اعظم اور راقم السطور پر

مشتمل ایک سیاسی سب کمیٹی بنائی گئی جس نے ایک دو اجلاسوں کے بعد متفقہ فیصلہ دیا کہ ہم جمہوریت کی بحالی اسلام کے نفاذ کے لئے اپنی ہم خیال جماعتوں سے تعاون تو کریں گے لیکن اشتراک نہیں کریں گے بلکہ جمعیت اہلحدیث کے اسٹیج سے ہی اس کا آغاز کریں گے چنانچہ اس کا پہلا جلسہ 18 اپریل 1986 کو موچی دروازہ لاہور میں منعقد ہوا ۔ علامہ صاحب نے اپنے ذاتی ذہن ' رجحان اور ایم ۔ آر ۔ ڈی کے رفقاء سے تعلق کے باوجود ایک عظیم جمہوریت پسند انسان کی طرح جماعت کے فیصلے کا احترام کیا اور پورے ملک میں اپنے فکر و خیال کو پیش کیا اور چھ ماہ میں گوجرانوالہ ' سیالکوٹ ' راولپنڈی ' پشاور ' شیخو پورہ ' اوکاڑہ ' ساہیوال ' فیصل آباد ' سرگودھا ' سکھر ' حیدر آباد ' ملتان اور کراچی میں اتنے شاندار اور عظیم الشان اجتماعات منعقد کئے کہ اپنے اور بیگانے سبھی علامہ صاحب کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہو گئے اور چھ ماہ میں جماعت کو ایسے مقام رفیع پر فائز کر دیا کہ وہاں تک شائد ہم ایک صدی میں بھی نہ پہنچ پائیں ۔ الغرض علامہ احسان الٰہی ظہیر اپنی جلالت ' عظمت اور عظیم شہرت کے باوجود جمہوریت کے پابند ' جمہوریت کے دلدادہ ' اور صحیح اسلامی شورائی اور جمہوری نظام کے داعی تھے ۔

اطلاعات و اعلانات

1 ۔ وی پی آ رہا ہے اسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض فریضہ ہے ۔

2 ۔ مجلہ ترجمان السنہ کا سالانہ زر تعاون مرکزی دفتر 475 شادمان کالونی لاہور کے علاوہ سبحانی اکیڈمی اردو بازار لاہور اور مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور میں بھی جمع کروایا جا سکتا ہے ۔

☆ خریداری نمبر نہ ملنے کی صورت مین ناظم دفتر سے رابطہ کریں ۔

☆ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ۔

4 ۔ ادارہ ترجمان السنہ کے ٹیلی فون نمبر کی تبدیلی

ادارہ ترجمان السنہ کا نمبر 413131 ۔ اب تبدیل ہو کر 474731 ہو گیا ہے ۔ واضح رہے دوسرے نمبر 413130 میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی احباب مطلع رہیں ۔